رمضان بڑی برکتوں والا مہینہ ہے اس میں الٰہی برکتوں کے حصول کے خاص سامان پیدا کئے گئے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰؍اکتوبر ۱۹۷۲ء بمقام مسجد اقصیٰ۔ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۂ بقرہ کی مندرجہ آیات مع ترجمہ پڑھیں:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ٘ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

(البقرہ: ۱۸۴ تا ۱۸۸)

ترجمہ:- اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اُسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح اُن لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تا کہ تم (روحانی ترقیات کے لئے اللہ تعالیٰ کا فیض حاصل کرو اور اسی طرح اخلاقی ترقیات کے لئے اس کی برکت سے) اپنے اندر ایک طاقت پیدا کرو (سو تم روزے رکھو) چند گنتی کے دن اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو (اُسے) اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی) ہوگی اور اُن لوگوں پر جو اس (یعنی روزہ) کی طاقت نہ رکھتے ہوں (بطور فدیہ) ایک مسکین کا کھانا دینا (بشرطِ استطاعت) واجب ہے (اس کے ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ اُن لوگوں پر جو فدیہ کی طاقت رکھتے ہوں فدیہ دینا واجب ہے) اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اُس کے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم علم رکھتے ہو تو (سمجھ سکتے ہو کہ) تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس میں (قرآن کریم) بار بار نازل کیا گیا ہے۔ (وہ قرآن) جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے (یعنی پہلا الہام الٰہی جس کے مخاطب تمام بنی نوع انسان ہیں) اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی (قرآن میں) الٰہی نشان بھی ہیں اس لئے تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو (اس حال میں) دیکھے (کہ نہ مریض ہو نہ مسافر) اُسے چاہئے کہ وہ اس کے

روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اس پر اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی واجب) ہوگی اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ (اس لئے تم خود اپنے نفسوں کے لئے تنگی نہ چاہو بلکہ اللہ کی دی ہوئی آسانی سے فائدہ اُٹھاؤ) اور (یہ حکم اُس نے اس لئے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور) تاکہ تم تعداد کو پورا کر لو اور اس (بات) پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ تم (اس کے) شکر گزار بنو۔

اور (اے رسول) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو (تُو جواب دے کہ) میں (اُن کے) پاس (ہی) ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ سو چاہئے کہ وہ (دعا کرنے والے بھی) میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

تمہیں روزہ رکھنے کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانے کی اجازت ہے۔ وہ تمہارے لئے ایک (قسم کا) لباس ہیں اور تم اُن کے لئے ایک (قسم کا) لباس ہو اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے نفسوں کی حق تلفی کرتے تھے۔ اس لئے اُس نے تم پر فضل سے توجہ کی اور تمہاری (اس حالت کی) اصلاح کر دی۔ سو اب تم (بلا تامّل) اُن کے پاس جاؤ اور جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے مقدر کیا ہے اس کی جستجو بھی کرو اور کھاؤ اور پیئو یہاں تک کہ تمہیں صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے اس کے بعد (صبح سے) رات تک روزوں کی تکمیل کرو اور جب تم مساجد میں معتکف ہو تو اُن کے (یعنی بیویوں کے) پاس نہ جاؤ۔ یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں اس لئے تم اُن کے قریب (بھی) مت جاؤ۔ اللہ اسی طرح لوگوں کے لئے اپنے احکامات بیان کرتا ہے تاکہ وہ (ہلاکتوں سے) بچیں۔

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اس رکوع میں جو رمضان کے متعلق قرآن کریم میں بیان ہوا ہے ایک یہ آیت ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝۱۸۷

(البقرة: ۱۸۷)

اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں انسان یا بشر کو مخاطب نہیں کیا بلکہ ''عباد'' کو مخاطب کیا ہے اور یہ سارا مضمون اللہ کے ''عبد'' سے تعلق رکھتا ہے اس عبد سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذّاریات کی اس آیت میں بھی کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (الذّٰریٰت: ۵۷)

فرمایا میں نے انسان کو عبد بننے کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے جو شخص حقیقتاً میرا عبد بننا چاہتا ہے اور میری صفات کا مظہر بننے کی خواہش رکھتا ہے اور اس کے لئے مجاہدہ کرنے کیلئے بھی تیار ہے تو اسے یہ حقیقت یاد رکھنی چاہئے کہ مَیں اس کے بہت قریب ہوں۔

چنانچہ جب ہم عبد کی حقیقت یا عبد بننے کی حالت یا عبد بننے کی اہلیت کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مادی وجود دیا اور اس کو بروئے کار لانے کیلئے مختلف قویٰ عطا فرمائے۔ مادّی قویٰ اور ان کی پرورش کے لئے بہت کچھ چاہئے تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے مادّی قویٰ اور بالواسطہ روحانی قویٰ کی پرورش کے لئے اس کائنات کو بنایا۔ اب کامل قویٰ (مادی لحاظ سے) عطا کرنا، پھر اُن کی ساری حکمتوں کو اور سارے پہلوؤں کو ذہن میں رکھ کر اُن کے لئے ضرورت کی ہر چیز کو پیدا کرنا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ (ویسے تمثیلاً ہم اپنی زبان میں یہی کہہ سکتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی صفات تو بڑی مختلف ہیں۔ ہمیں سمجھانے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں) پس باریک در باریک طاقتوں اور ان کی نشوونما کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی اس کو پیدا کرنے کے لئے انتہائی قرب کی ضرورت تھی کیونکہ جو شخص دور ہوتا ہے وہ کسی کی ضرورتوں کو پہچانتا اور سمجھتا ہی نہیں اس لئے وہ مادی قویٰ کی نشوونما کے لئے کچھ پیدا ہی نہیں کرسکتا یا اگر پیدا کرسکتا ہے تو وہ ادھوری چیزیں ہوتی ہیں۔ جس طرح مثلاً انسان کی نشوونما کے لئے جس حد تک اس کی ذمہ داری ہے اس کے متعلق بھی ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ نقص پیدا ہو جاتا ہے یا بھول چوک ہو جاتی ہے۔ ماں اور مامتا کے باوجود اور باپ اپنے پیار کے باوجود تربیت اولاد میں غلطیاں کر جاتا ہے خواہ اولاد کی جسمانی تربیت ہو یا اخلاقی اور روحانی تربیت ہو مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو! تمہارے عبد بننے کے لئے جن طاقتوں اور جن صلاحیتوں کی ضرورت تھی وہ ساری کی ساری تمہیں دے

دی گئی ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ اُن کی کامل نشوونما کے لئے جس قسم کے مادی ذرائع کی ضرورت تھی، وہ بھی پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ پس ان طاقتوں اور صلاحیتوں کے علاوہ ان کی نشوونما کے لئے مادی ذرائع کا پیدا کر دینا بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بہت ہی قریب ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے مادّی قویٰ اور ان کی تربیت اور نشوونما کے لئے زمین وآسمان پیدا کئے۔ چنانچہ فرمایا:-

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثية:۱۴)

زمین وآسمان میں بے شمار چیزیں ہیں جو انسانی پیدائش سے بھی پہلے پیدا کی گئی ہیں۔ یہ پیدائش یعنی انسان کی قوتوں میں استعدادی کمال کا پایا جانا اور اُن کی نشوونما کے لئے ہر ضروری چیز کا موجود ہونا اللہ تعالیٰ کے قرب کی دلیل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے عبد بننے کے لئے صرف مادّی قویٰ کافی نہیں تھے۔ روحانی صلاحتیوں اور قوتوں کی بھی انسان کو ضرورت تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو روحانی صلاحیتیں بھی عطا فرمائیں۔

پس اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کے لئے روحانی قوت اور استعداد کا پیدا کر دینا بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ انسان کے بہت قریب ہے۔

پھر جہاں تک روحانی قوتوں کا تعلق ہے انسان ازخود اُن سے کام نہیں لے سکتا اس لئے روحانی قوتوں کی کمال نشوونما کے لئے ہر آن ہدایتِ باری تعالیٰ کی ضرورت ہے۔

غرض تخلیق کائنات کا یہ ایک لمبا سلسلہ ہے جس کی طرف پہلی آیت میں اشارۃً ذکر کیا گیا ہے اور پھر وضاحت کے ساتھ اس مضمون کے متعلق قرآن عظیم میں ایک لمبا سلسلہ چلتا ہے۔ چنانچہ خالی یہی نہیں فرمایا کہ آدم کو ایک ہدایت دے دی اور انسان کو کہا کہ تم اس کے مطابق روحانی ترقیات کرتے چلے جاؤ بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت انسان کو اپنی نشوونما کے جس درجہ اور جس مقام پر پہنچنا تھا اور اس کے لئے جس قسم کی آسمانی ہدایت کی ضرورت تھی وہ ان کو دے دی گئی۔ پھر اس کے بعد یکے بعد دیگرے انبیاء آئے۔ انسان دُنیوی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی ترقی کرتا چلا گیا۔ پس جہاں تک آسمانی ہدایتوں کا تعلق تھا اور زمین کے اندر قوتوں کے پیدا کرنے کا سوال تھا اللہ تعالیٰ انسانی زندگی کے ہر مرحلے اور ہر

درجے میں مختلف ہدائیتیں نازل کرتا اور قوتیں پیدا کرتا رہا کیونکہ وہ ہر آن اتنا باخبر اور قریب ہے کہ انسان کی ہر بدلی ہوئی حالت کا اُسے علم ہوتا ہے ویسے تو وہ علام الغیوب ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں بھی ہے۔ یہ اور چیز ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی توجہ بھی انسان کی طرف رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہر بدلی ہوئی حالت کے مطابق اس کی ضرورتوں کے پورا کرنے کا سامان پیدا کیا اور پھر بالآخر قرآن کریم کی شکل میں اُس نے ایک کامل ہدایت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی۔ کیونکہ بعثت نبوی کے وقت انسان اپنے شعور میں اس مقام تک پہنچ چکا تھا اور انسان اس قابل ہو گیا تھا کہ ایک کامل ہدایت اور مکمل شریعت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھا سکے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے لوگو! تم دیکھتے نہیں۔ مَیں نے تمہارے لئے رمضان کے مہینے میں ایک ایسی ہدایت نازل کی ہے جو هُدًى لِّلنَّاسِ ہے جس میں سب بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کے سامان موجود ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ پہلی ہدائیتیں محدود تھیں اور محدود ہونا بھی ایک نقص ہے اس لئے جب ہم پہلی ہدایتوں کو ناقص کہتے ہیں تو اس معنی میں ناقص کہتے ہیں کہ وہ محدود تھیں بوجہ اس کے کہ اس زمانے کی ضرورتیں محدود تھیں اور بوجہ اس کے کہ انسان اپنی مادی اور روحانی نشوونما میں اپنے کمال کو نہیں پہنچا تھا۔ اس لئے فرمایا اس قرآن عظیم کے ذریعہ وہ علم بیان کر دیئے گئے ہیں جن کا ذکر پہلی ہدایتوں میں نہیں ہے۔ یہ قرآن کریم ہی ہے جو ایک کامل ہدایت کی شکل میں نازل ہوا ہے۔ اس کے نزول سے پہلے انسان کے ذہنی، اخلاقی اور روحانی قویٰ اس قابل نہیں تھے کہ اُن کی نشوونما کے لئے کامل ہدایت نازل ہوتی۔

اس لئے اگرچہ بعض ہدایات کا انہیں اجمالاً علم دیا جاتا رہا لیکن مکمل علم نہیں دیا گیا کیونکہ وہ اس کو کما حقہٗ حاصل کرنے کے قابل نہیں تھے لیکن قرآن عظیم کے زمانے کا انسان اس قابل ہو گیا کہ وہ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى کا حامل بن سکے۔ چنانچہ وہ جو پہلی ہدایتوں میں اجمال پایا جاتا تھا قرآن کریم نے اس کی تفصیل بیان کی گویا انسان کو ایک ارفع مقام پر پہنچ جانے کی وجہ سے قرآن کریم کے ذریعہ ہدایت کی نئی اور پُرحکمت باتیں بتائی گئیں یعنی وہ ہدایتیں جو مجملاً

پہلوں کو دی گئی تھیں وہ تفصیل کے ساتھ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ بنی نوع انسان کو بتا دی گئیں۔

پھر قرآن کریم کی تیسری خوبی یہ ہے کہ یہ فرقان ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ قریہ قریہ اور ملک ملک خدا کے رسول آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ضرورتوں اور طاقتوں کے لحاظ سے انہیں آسمانی ہدایت عطا فرمائی۔ چنانچہ پہلے زمانہ میں رسولوں کی کثرت جہاں اللہ تعالیٰ کے قرب پر دلالت کرتی ہے۔ وہاں ضرورتوں اور استعدادوں میں اختلاف بھی ظاہر کرتی ہے ہر علاقہ بلکہ بعض دفعہ تو قریب کے دو شہروں کی ضرورت کے اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول مبعوث ہوئے تا کہ خدا کی آواز ہر جگہ پہنچ جائے۔ یہ کام ایک عظیم اور قریب ہستی ہی کر سکتی ہے اور وہی اس کا خیال رکھ سکتی ہے یعنی ہر زمانہ میں ہر علاقہ کی روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کا انبیاء کو بھیجنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر اور اس کا علم زمان و مکان کی وسعتوں پر محیط ہے۔

پس پہلے زمانہ میں انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے ملک اور علاقہ کے حالات کے لحاظ سے اور اپنے قویٰ کی نشوونما اور اس کے استحقاق کے لحاظ سے جن چیزوں کو حاصل کیا، اُن میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے رسولوں کو جس ہدایت کی ضرورت تھی وہ اُن کو دی گئی۔ ہندوستان اور چین میں بسنے والوں کو جس ہدایت کی ضرورت تھی وہ ان کو دی گئی۔ ہر دو قسم کی ہدایت خدا کے رسول لے کر آئے مگر ان دونوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مذہبی دُنیا میں دوسرا اختلاف ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ہدایت نازل ہوئی۔ اس کے ماننے والے مختلف الخیال ہو گئے ہر ایک گروہ نے اپنے مطلب کا ایک حصہ لے لیا اور اس پر فخر کرنے لگ گئے یعنی ایک ہی نبی کی امت جب بعد میں بگڑی تو اس نے آپس میں اختلاف کیا اور لوگ مختلف گروہوں میں بٹ گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن کریم تمہارے لئے فرقان بن کر آیا ہے۔ وہ تمام مذہبی اختلافات خواہ پہلی قسم سے تعلق رکھتے ہوں یا دوسری قسم سے تعلق رکھتے ہوں یہ اُن کو دور کرنے والا ہے۔ کیونکہ یہ فرقان ہے۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے دراصل ’’عبد‘‘ کا لفظ اس آیت کے مفہوم کے سمجھنے کی کنجی

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کے لئے جس قسم کی ہدایت کی ضرورت تھی وہ ہدایت دے دی گئی یعنی انسان مختلف مدارج میں سے گزرا ہے اُسے تاریخ کے مختلف مراحل میں مختلف قسم کی ہدایتوں کی ضرورت تھی وہ اسے دے دی گئیں اور اب اُسے ایک کامل ہدایت خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے۔ اس ہدایت پر چلنے کیلئے، اس کو اپنانے کے لئے اس کی روشنی میں بہ حصہ رسدی اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر کامل بننے کے لئے یعنی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق مظہر صفات باری بننے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فیض کی ضرورت ہے دراصل انسان کا روحانی قویٰ کا مالک بن جانا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر جو قویٰ پیدا کئے ہیں اُن کی کمال نشوونما کے لئے صرف آسمانی ہدایتوں کا نازل ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ انسان اُن سے اس وقت تک فائدہ نہیں اُٹھا سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو انسان دعاؤں کے ذریعہ جذب کر سکتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہیں قوتیں عطا کیں اور روحانی قوتوں کی نشوونما کے لئے آسمانی ہدایت نازل کی تا کہ تم اس قابل ہو جاؤ کہ تم اپنی اپنی استعداد کے مطابق میرے عبد بنو۔ میرا قرب حاصل کرو اور میری صفات کے مظہر بنو لیکن تم محض اپنی کوشش سے کچھ بھی نہیں بن سکتے۔ جب تک میرا (اللہ) کا فضل آسمان سے نازل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور محبت کے نتیجہ میں تم پر آسمانی فیوض کی بارش نہ برسے۔

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا نزول دعا کا متقاضی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن: ۶۱) تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔ اس میں یہ حقیقت بھی سامنے رکھنی چاہئے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت کے دروازے اس پر وا کر دیئے گویا انسان اِدھر پیدا ہوتا ہے اور اُدھر اس کی قوتوں اور صلاحیتوں کی نشوونما کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تخلیق کائنات اور انسانی پیدائش سے لے کر انسانی قویٰ زبان حال سے مانگتے اور پاتے رہے ہیں۔ پیدائش عالم تو انسان کی کسی دعا کا نتیجہ نہیں۔ اُس وقت تو انسان کا وجود ہی نہیں تھا۔ یہ تو خدا تعالیٰ کی مشیت تھی کہ دُنیا میں ایک ایسا وجود پیدا ہو جو اس کی صفات کا مظہر بنے

اس لئے اُس نے اُس کائنات کو پیدا کیا۔قرآن کریم نے اس مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔اس وقت چونکہ اس کا میرے مضمون کے ساتھ تعلق نہیں ہے اس لئے میں نے اس کا مجملاً ذکر کیا ہے اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو مادی وجود عطا فرمایا ہے اس میں جسمانی، ذہنی اخلاقی اور روحانی قوتیں اور استعدادیں ودیعت کی گئی ہیں۔ان قویٰ کی نشوونما کے لئے زمین وآسمان کی پیدائش کی ضرورت تھی چنانچہ انسانی قویٰ زبانِ حال سے یہ دعا کر رہے تھے کہ اے خدا! تو نے قویٰ عطا کر دیئے۔ان کی پرورش نہیں ہوسکتی۔جب تک تیرا فضل اور رحم شامل حال نہ ہو۔اللہ تعالیٰ نے زبانِ حال کی اس دعا کو قبول فرمایا اور اس کائنات کو پیدا کر دیا۔

انسان کو خدا تعالیٰ کا عبد بننے کے لئے صرف زمینی کائنات کافی نہیں تھی۔یہ تو ایک ابتداء تھی انسانی زندگی کی، یہ تو ایک تمہید تھی کارخانہ حیات کی اور یہ تو ایک بنیاد تھی جس پر معاشرتی زندگی قائم کی گئی تھی۔آگے اس عمارت کی خوبصورت اور پائیداری کے لئے اخلاقی اور روحانی قوتوں کی نشوونما کی ضرورت تھی۔چنانچہ انسان کی ان خوابیدہ قوتوں نے زبان حال سے یہ دعا کی کہ اے خدا! قوتیں تو مل گئی ہیں لیکن محض ان قوتوں سے تو وہ مقصد پورا نہیں ہوسکتا جس کے لئے تو نے انسان کو پیدا کیا ہے۔انسان تیرا حقیقی عبد نہیں بن سکتا جب تک اس کی اخلاقی اور روحانی قوتوں کی بھی نشوونما نہ ہو اس لئے ان کی کمال نشوونما کا سامان بھی ہونا چاہئے۔تو گویا ان قوتوں کی نشوونما کے لئے آسمانی ہدایت کی ضرورت تھی جس کا اظہار دعائیہ رنگ میں زبانِ حال سے ہوا اور جو انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے ساتھ پوری ہوتی رہی۔

جہاں تک زبانِ حال سے دعا کرنے کا سوال ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ ایک تو جاہل کی دعا ہوتی ہے اور ایک عارف کی دعا ہوتی ہے۔آپ نے فرمایا بعض دفعہ دہریہ سائنسدان کوشش کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں اُن کو کچھ سمجھ نہیں آتی اُن کیلئے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں تب بے چینی اور گھبراہٹ کی وجہ سے ان کی فطرت کسی نامعلوم منبع کو اپیل کرتی اور اس سے دعائیں مانگتی ہے۔وہ لوگ گو خدا کو تو نہیں پہچانتے لیکن اندھیرے میں اِدھر اُدھر ہاتھ مارتے ہیں۔جسے اللہ تعالیٰ ان کی دعا سمجھ لیتا

ہے اور بسا اوقات ان پر اپنے فضل نازل کرتا ہے۔ پس یہ بھی زبان حال کی ایک دعا ہے۔ گو یہ ناقص دعا ہے لیکن ہے یہ بھی ایک قسم کی دعا جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں میں ہر ایک قوت کی زبان حال کی دعا پر دلالت کرتی ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانی قوتوں کی نشوونما کے لئے ہر ضروری چیز عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے! تو مجھ سے میرے فضل اور رحمت کی دعا کر میں تجھے اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازوں گا پس گو ہدایت تو مل گئی لیکن صرف ہدایت کا مِل جانا کافی نہیں ہے۔ ہدایت کو پہچاننا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کے لئے صفات باری کا عرفان حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس ہدایت پر قائم رہنا یعنی جب تک انجام بخیر نہ ہو جائے اور ناکامی کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے اس وقت تک صراطِ مستقیم پر گامزن رہنا بھی ضروری ہے۔ انجام بخیر کے یہی معنے ہیں کہ اس کے بعد ناکامی کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہتا۔ پس جب تک خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کا فیض آسمان سے نازل نہ ہو اُس وقت تک جسمانی اور روحانی قوتوں کے ہونے کے باوجود انسان روحانیت حاصل نہیں کر سکتا اور خدا کا عبد نہیں بن سکتا۔

چنانچہ آپ دیکھ لیں کیا عقلی لحاظ سے اور کیا دُنیوی علوم کے لحاظ سے بعض قومیں بڑی آگے نکل گئی ہیں مگر اس کے باوجود ان کے وجود کا ایک حصہ مفلوج ہے۔ گو اجتماعی رنگ میں انہوں نے بڑی ترقی حاصل کی ہے لیکن انفرادی لحاظ سے فالج زدہ ہیں۔ روحانی لحاظ سے اُن کے اندر نہ جان ہے نہ کوئی حرکت نظر آتی ہے۔ انہیں بڑی حد تک مذہبی اقدار اور اخلاقی قیود کا کوئی احساس ہی نہیں۔ اُن کی حالت اس انسان کے مشابہ ہے جسے بعض دفعہ فالج ہوتا ہے اور اس کا آدھا دماغ مفلوج ہو جاتا ہے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں کو فالج ہوا وہ بعض باتیں تو بڑے پتے کی کرتا ہے لیکن بعض باتیں بے ہوشی کی حالت میں مجنونانہ قسم کی ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ افراد میں اس قسم کے حالات اس لئے پیدا کرتا ہے کہ لوگوں کو یہ مسئلہ سمجھ آ جائے چنانچہ اسی طرح روس اور امریکہ اور بعض دوسرے ممالک بعض باتیں خصوصاً مادی علوم کے متعلق تو بڑی پتے کی کرتے ہیں مگر بعض باتیں انتہائی نامعقول کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدائے حیّ و قیوم کی ہستی کا انکار کر دیتے ہیں پس ایسی صورت میں انسان کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ

دُنیا میں ایسا بھی ہو جایا کرتا ہے جس طرح کسی فرد کو فالج ہوسکتا ہے اور ہو جاتا ہے اور اس طرح بعض دفعہ کسی قوم یا جماعت یا گروہ کو بھی فالج ہوسکتا ہے اور ہو جاتا ہے۔

بہرحال یہ تو ایک ضمنی بات تھی میں بتا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو! تم غور نہیں کرتے کہ تمہاری پیدائش کے وقت تمہیں جسمانی قویٰ دیئے گئے۔ اُنہوں نے زبانِ حال سے دعا کی اور اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں ان کی نشو ونما کے لئے ہم نے ہر ضروری چیز پیدا کر دی۔ ہم نے انسان کو روحانی قویٰ دیئے۔ روحانی قویٰ کی نشو ونما کے لئے آسمانی ہدایت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ہم نے ہر قوم اور ہر ملک یہاں تک کہ بعض زمانوں میں ہر شہر میں انبیاء بھیج کر لوگوں کی روحانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے روحانی ہدایت کے سامان پیدا کر دیئے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے مقصد سے پیار کرتا۔ اس نے اس دُنیا میں انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اس کے عبد تو گویا اس کائنات کی پیدائش کا مقصد یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اور اس کی صفات کاملہ حسنہ کا مظہر بنے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد سے بے توجہی نہیں برتی۔ اس نے چھوٹی چھوٹی چیزوں کا خیال رکھا۔ اتنی چھوٹی چھوٹی چیزیں کہ انسان خود ان کو نظر انداز کر دیتا ہے مگر ہمارے پیار کرنے والے رب نے ان کو بھی نظر انداز نہیں فرمایا۔

غرض تخلیق کائنات میں اللہ تعالیٰ کا یہی مقصد ہے جس کے پیش نظر اُس نے انسان کو دُنیا میں پیدا کیا۔ اس کی قوتوں کی کمال نشو ونما کے لئے زمین وآسمان پیدا کئے۔ آسمان سے ہدایت نازل فرمائی۔ زبان حال کی دعائیں قبول ہوئیں اور اس رنگ میں پوری ہوئیں کہ انسانی زندگی کے ہر زمانے اور ہر مرحلہ پر یہ بات واضح اور عیاں ہوگئی کہ یہ قرآن کریم ہی جو انسان کو دینی اور دُنیوی ہر دو اعتبار سے صحیح اور حقیقی راہِ عمل دکھاتا ہے۔

غرض یہ کہ جب انسان کو روحانی قویٰ بھی مل گئے اور ایک کامل آسمانی ہدایت بھی مل گئی تو اُسے اپنی زبان سے یہ دعا بھی کرنی پڑے گی کہ اے خدا ہمیں صراط مستقیم بھی عطا فرما اور اس پر چلنے کی توفیق بھی بخش ہمیں اپنی صفات کا عرفان بھی عطا فرما اور ہمارے لئے الٰہی صفات کا مظہر بننے کے سامان بھی پیدا کر۔ ایسی دعا اور التجا ایک ایسی ہستی ہی سے کی جا سکتی ہے جس کے متعلق یہ یقین ہو کہ وہ قریب اور مجیب الدعوات ہے۔ چنانچہ یہ بزرگ و برتر ہستی اللہ تعالیٰ

ہی کی ہے جس نے قرآن کریم میں فرمایا:۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

جیسا کہ مَیں پہلے بتا چکا ہوں لفظ عبد قابل ذکر ہے چنانچہ انسان کی پچھلی تاریخ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے بہت قریب ہے اور وہی تاریخ روحانی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان اور انسانی فطرت کے مطابق بھی اور پھر عقلاً بھی یہ بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنا عبد بننے کے لئے پیدا کیا ہے اور اس کے لئے دُعا کی ضرورت ہے۔

پس دوستوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ تم دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرو اور جس قرب کے نظارے زبان حال کی دعاؤں کے ذریعہ انسان نے مشاہدہ کئے اور محسوس کئے اس قرب الٰہی کے نظارے عقل کی اور بینائی کی اور فراست کی اور روحانیت کی آنکھ سے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وہ تمہیں آسمانی برکتوں سے نوازے گا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ مشروط ہے۔ اس نے یہ شرط لگائی ہے کہ کوشش کرو، عمل صالح بجالاؤ، مجاہدہ کرو، میری قرب کی راہوں کو حاصل کرنے کے لئے انتہائی زور لگاؤ تو پھر آسمانی برکتیں ملیں گی۔ خدا کرے کہ تمہیں اس کی توفیق عطا ہو۔

ہمارا یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جب یہ دونوں چیزیں یعنی تدبیر اور دُعا اکٹھی ہو جاتی ہیں تو آسمان اپنے فیض کے سارے دروازے کھول دیتا ہے اور فضلوں کی موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو آسمانی فیض اور فضل باری کا مورد بنتا ہے۔

یہ رمضان کا بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ یہ مہینہ اور بھی کئی لحاظ سے بڑی برکتوں والا مہینہ ہے۔ اس میں الٰہی برکتوں کے حصول کے سامان پیدا کئے گئے ہیں اس لئے ہم سب کا یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بننے کے لئے اور قرب الٰہی کے حصول کے لئے اس ماہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں خدا کرے کہ آپ بھی اور یہ خاکسار بھی اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ پیار حاصل کرنے کی توفیق پائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳؍جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۳ تا ۷)